

قرآن اور خاندان

ڈاکٹر کوثر فردوس

اور تمہاری بیویوں نے جو کچھ چھوڑا ہو اس کا آدھا حصہ تمہیں ملے گا اگر وہ بے اولاد ہوں، ورنہ اولاد ہونے کی صورت میں ترکہ کا ایک چوتھائی حصہ تمہارا ہے، جب کہ وصیت جو انہوں نے کی ہو پوری کر دی جائے، اور قرض جو انہوں نے چھوڑا ہو ادا کر دیا جائے۔ اور وہ تمہارے ترکہ میں سے چوتھائی کی حق دار ہوں گی اگر تم بے اولاد ہو، ورنہ صاحب اولاد ہونے کی صورت میں ان کا حصہ آٹھواں ہوگا، بعد اس کے کہ جو وصیت تم نے کی ہو وہ پوری کر دی جائے اور جو قرض تم نے چھوڑا ہو وہ ادا کر دیا جائے۔

اور اگر وہ مرد یا عورت (جس کی میراث تقسیم طلب ہے) بے اولاد بھی ہو اور اس کے ماں باپ بھی زندہ نہ ہوں، مگر اس کا ایک بھائی یا ایک بہن موجود ہو تو بھائی اور بہن ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا، اور بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو کُل ترکہ کے ایک تہائی میں وہ سب شریک ہوں گے، جب کہ وصیت جو کی گئی ہو پوری کر دی جائے، اور قرض جو وصیت نے چھوڑا ہو ادا کر دیا جائے، بشرطیکہ وہ ضرر رساں نہ ہو۔ یہ حکم ہے اللہ کی

طرف سے اور اللہ دانا و پینا اور نرم خو ہے۔ (الفنساء: ۴، ۱۲)

شوہر کو بیوی کی وراثت سے آدھا حصہ ملے گا اگر ان کی کوئی اولاد نہ ہو، اگر اولاد ہو تو شوہر کا حصہ ایک چوتھائی ہوگا۔ اسی طرح بیوی کو شوہر کی جائیداد میں سے ایک چوتھائی حصہ ملے گا اگر ان کی اولاد نہ ہو، اور اگر اولاد ہو تو بیوی کو شوہر کی جائیداد میں آٹھواں حصہ ملے گا۔

اگر وہ عورت یا مرد جس کے والدین حیات نہ ہوں، اور اولاد بھی نہ ہو تو ایسے شخص کو ’کلالہ‘ کہا جاتا ہے۔ اس کی جائیداد اس کے بہن بھائیوں میں تقسیم ہوگی۔ ایک بہن اور ایک بھائی

ہو تو بھائی اور بہن دونوں کو ترکہ کا چھٹا حصہ ملے گا۔ بہن بھائی زیادہ ہوں تو ترکہ کے ایک تہائی میں سب شریک ہوں گے۔ مردوں کا دوہرا اور عورتوں کا اکہرا حصہ ہوگا۔

حدود اللہ کی اہمیت

یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں۔ جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اسے اللہ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور ان باغوں میں وہ ہمیشہ رہے گا اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی مقرر کی ہوئی حدوں سے تجاوز کر جائے گا اسے اللہ آگ میں ڈالے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے رُسوا کن سزا ہے۔ (النساء: ۴: ۱۳-۱۴)

خاندان کی اکائی کو مضبوط کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو ہدایات دی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ اپنی حدود کہتے ہیں۔ حدود کو تجاوز نہیں کرنا ہوتا، بلکہ ان کے اندر رہنے میں ہی اللہ کی رضا اور اجر و انعامات کے وعدے بھی ہیں۔ اور یہ بھی فرما دیا، متصلاً کہ جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا، حدود کو تجاوز کرے گا، اللہ اس کو آگ میں ڈالے گا، اور رُسوا کن عذاب مقدر ہوگا۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تمہارے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ زبردستی عورتوں کے وارث بن بیٹھو۔ اور نہ یہ حلال ہے کہ انھیں تنگ کر کے اُس مہر کا کچھ حصہ اڑالینے کی کوشش کرو جو تم انھیں دے چکے ہو۔ ہاں، اگر وہ کسی صریح بدچلتی کی مرتکب ہوں (تو ضرورت میں تنگ کرنے کا حق ہے)۔ ان کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو۔ اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند نہ ہو مگر اللہ نے اسی میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو۔ (النساء: ۴: ۱۹)

”اس سے مراد یہ ہے کہ شوہر کے مرنے کے بعد اس کے خاندان والے اس کی بیوہ کو میت کی میراث سمجھ کر اس کے ولی وارث نہ بن بیٹھیں۔ عورت کا شوہر جب مر گیا تو وہ آزاد ہے۔ عدت گزار کر جہاں چاہے جائے اور جس سے چاہے نکاح کر لے“۔ (تفہیم القرآن، اول، سورہ نساء، ص ۳۳۲)

اگر عورت ناپسند ہو تو اس میں بھلائی سے مراد یہ ہے: ”اگر عورت خوب صورت نہ ہو، یا

اس میں کوئی اور ایسا نقص ہو جس کی بنا پر وہ شوہر کو پسند نہ آئے، تو یہ مناسب نہیں ہے کہ شوہر فوراً دل برداشتہ ہو کر اسے چھوڑ دینے پر آمادہ ہو جائے۔ حتی الامکان اسے صبر و تحمل سے کام لینا چاہیے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک عورت خوب صورت نہیں ہوتی مگر اس میں بعض دوسری خوبیاں ایسی ہوتی ہیں جو ازدواجی زندگی میں حُسنِ صورت سے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔ اگر اسے اپنی ان خوبیوں کے اظہار کا موقع ملے تو وہی شوہر جو ابتداً محض اس کی صورت کی خرابی سے دل برداشتہ ہو رہا تھا، اس کے حُسنِ سیرت پر فریفتہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بسا اوقات ازدواجی زندگی کی ابتدا میں عورت کی بعض باتیں شوہر کو ناگوار محسوس ہوتی ہیں اور وہ اس سے بد دل ہو جاتا ہے، لیکن اگر وہ صبر سے کام لے اور عورت کے تمام امکانات کو بروئے کار آنے کا موقع دے، تو اس پر خود ثابت ہو جاتا ہے کہ اس کی بیوی برائیوں سے بڑھ کر خوبیاں رکھتی ہے۔ لہذا یہ بات پسندیدہ نہیں ہے کہ آدمی ازدواجی تعلق کو منقطع کرنے میں جلد بازی سے کام لے۔ طلاق بالکل آخری چارہ کار ہے جس کو ناگزیر حالات ہی میں استعمال کرنا چاہیے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ابغض المحلال الی اللہ الطلاق، ”یعنی طلاق اگرچہ جائز ہے، مگر تمام جائز کاموں میں اللہ کو سب سے زیادہ ناپسند اگر کوئی چیز ہے تو وہ طلاق ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا: تزوجوا ولا تطلقوا فان اللہ لا یحب الذواقین والذواقات، یعنی نکاح کرو اور طلاق نہ دو، کیونکہ اللہ ایسے مردوں اور عورتوں کو پسند نہیں کرتا جو بھونے کی طرح پھول پھول کا مزا چکھتے پھریں“۔ (ایضاً، ص ۳۳۴-۳۳۵)

دوسری شادی

اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی لے آنے کا ارادہ ہی کر لو تو خواہ تم نے اسے ڈھیر سا مال ہی کیوں نہ دیا ہو، اس میں سے کچھ واپس نہ لینا۔ کیا تم اسے بہتان لگا کر اور صریح ظلم کر کے واپس لو گے؟ اور آخر تم اسے کس طرح لے لو گے، جب کہ تم ایک دوسرے سے لطف اندوز ہو چکے ہو اور وہ تم سے پختہ عہد لے چکی ہیں؟ (النساء، ۲۰: ۲۱)

یعنی پہلی بیوی کو جو مہر، اور تحفہ تحائف دیے ہیں، ان میں سے کچھ واپس نہ لو۔ آخر تم جب اس کے ساتھ ازدواجی تعلق رکھتے ہو تو یہ اموال کیوں کروا پس لو گے؟

سو تیلی ماں سے نکاح

اور جن عورتوں سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہوں اُن سے ہرگز نکاح نہ کرو، مگر جو پہلے ہو چکا سو ہو چکا۔ درحقیقت یہ ایک بے حیائی کا فعل ہے، ناپسندیدہ ہے اور بُرا چلن ہے۔ (النساء: ۴: ۲۲)

جاہلیت کا ایک طریقہ سو تیلی ماں سے نکاح کا تھا۔ اسلام نے سختی کے ساتھ اس کی ممانعت فرمائی ہے۔ اسلامی قانون میں یہ فعل فوجداری جرم ہے اور قابلِ دست اندازی پولیس ہے۔ حضور کا ارشاد ہے کہ ”جو شخص محرمات میں سے کسی کے ساتھ زنا کرے اس کو قتل کر دو“۔

جن عورتوں سے نکاح حرام ہے

تم پر حرام کی گئیں تمہاری مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں، بھانجیاں، اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہو، اور تمہاری دودھ شریک بہنیں، اور تمہاری بیویوں کی مائیں، اور تمہاری بیویوں کی لڑکیاں جنہوں نے تمہاری گودوں میں پرورش پائی ہے۔۔۔ ان بیویوں کی لڑکیاں، جن سے تمہارا تعلق زن و شوہو چکا ہو۔ ورنہ اگر (صرف نکاح ہوا ہو) اور تعلق زن و شوہو نہ ہو تو (انہیں چھوڑ کر ان کی لڑکیوں سے نکاح کر لینے میں) تم پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔۔۔ اور تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں جو تمہاری ضلج سے ہوں۔ اور یہ بھی تم پر حرام کیا گیا ہے کہ ایک نکاح میں دو بہنوں کو جمع کرو، مگر جو پہلے ہو گیا سو ہو گیا، اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ (النساء: ۴: ۲۳)

ماں کا اطلاق سگی اور سو تیلی پر ہوتا ہے، اور دونوں حرام ہیں۔ اسی طرح دادی اور نانی بھی حرام ہیں۔ اسی طرح بیٹی کے حکم میں پوتی اور نواسی بھی آتی ہیں۔ بہن، سگی، سو تیلی اور ماں شریک بہن اس حکم میں یکساں ہیں۔

رضائی رشتوں کی حرمت بھی نکاح کے معاملے میں سگے رشتوں کی طرح ہے۔ عورت کی پچھلے خاوند کی بیٹی بھی حرام ہے، اور اس کا حرام ہونا اس بات پر منحصر نہیں ہے کہ اس نے سو تیلی باپ کے گھر میں پرورش پائی ہے یا نہیں۔ بلکہ اس پر تقریباً اجماعِ امت ہے کہ سو تیلی بیٹی آدمی پر حرام ہے، خواہ اس نے کہیں اور پرورش پائی ہو یا سو تیلی باپ کے گھر پر پرورش پائی ہو۔

منکوحہ عورت سے نکاح کی ممانعت

اور وہ عورتیں بھی تم پر حرام ہیں جو کسی دوسرے کے نکاح میں ہوں (محصنات) البتہ ایسی عورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں جو (جنگ میں) تمہارے ہاتھ آئیں۔ یہ اللہ کا قانون ہے جس کی پابندی تم پر لازم کر دی گئی ہے۔ ان کے ماسوا جتنی عورتیں ہیں انہیں اپنے اموال کے ذریعے سے حاصل کرنا تمہارے لیے حلال کر دیا گیا ہے، بشرطیکہ حصارِ نکاح میں ان کو محفوظ کرو، نہ یہ کہ آزاد شہوت رانی کرنے لگو۔ پھر جو ازدواجی زندگی کا لطف تم ان سے اٹھاؤ اس کے بدلے ان کے مہر بطور فرض کے ادا کرو، البتہ مہر کی قرارداد ہو جانے کے بعد آپس کی رضامندی سے تمہارے درمیان اگر کوئی سمجھوتہ ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں، اللہ علیم اور دانا ہے۔ (النساء: ۴: ۲۴)

”جو عورتیں جنگ میں پکڑی ہوئی آئیں اور ان کے کافر شوہر دارالحرب میں موجود ہوں وہ حرام نہیں ہیں، کیوں کہ دارالحرب سے دارالاسلام میں آنے کے بعد ان کے نکاح ٹوٹ گئے۔ ایسی عورتوں کے ساتھ نکاح بھی کیا جاسکتا ہے اور جس کے ملک یمین میں ہوں وہ ان سے تمتع بھی کر سکتا ہے.... لونڈیوں میں تمتع کے معاملے میں بہت سی غلط فہمیاں لوگوں کے ذہن میں ہیں، لہذا حسب ذیل مسائل کو اچھی طرح سے سمجھ لینا چاہیے:

۱- جو عورتیں جنگ میں گرفتار ہوں، ان کو پکڑتے ہی ہر سپاہی ان کے ساتھ مباشرت کر لینے کا مجاز نہیں ہے، بلکہ اسلامی قانون یہ ہے کہ ایسی عورتیں حکومت کے حوالے کر دی جائیں گی۔ حکومت کو اختیار ہے کہ چاہے ان کو رہا کر دے، چاہے ان سے فدیہ لے، چاہے ان کا تبادلہ ان مسلمان قیدیوں سے کرے جو دشمن کے ہاتھ میں ہوں، اور چاہے تو انہیں سپاہیوں میں تقسیم کر دے۔ ایک سپاہی صرف اس عورت ہی سے تمتع کرنے کا مجاز ہے جو حکومت کی طرف سے باقاعدہ اس کی ملک میں دی گئی ہو۔

۲- جو عورت اس طرح کسی کی ملک میں دی جائے، اس کے ساتھ بھی اُس وقت تک مباشرت نہیں کی جاسکتی جب تک کہ اسے ایک مرتبہ ایام ماہواری نہ آجائیں اور یہ اطمینان نہ ہو لے کہ وہ حاملہ نہیں ہے۔ اس سے پہلے مباشرت کرنا حرام ہے۔ اور اگر وہ حاملہ ہو تو وضع حمل سے پہلے

بھی مباشرت ناجائز ہے۔

۳- جنگ میں پکڑی ہوئی عورتوں سے تمتع کے معاملے میں یہ شرط نہیں ہے کہ وہ اہل کتاب ہی میں سے ہوں۔ ان کا مذہب خواہ کوئی ہو، بہر حال جب وہ تقسیم کر دی جائیں گی، تو جن کے حصے میں وہ آئیں وہ ان سے تمتع کر سکتے ہیں۔

۴- جو عورت جس شخص کے حصے میں دی گئی صرف وہی اس کے ساتھ تمتع کر سکتا ہے۔ کسی دوسرے کو اسے ہاتھ لگانے کا حق نہیں ہے۔ اس عورت سے جو اولاد ہوگی وہ اسی شخص کی جائز اولاد سمجھی جائے گی جس کی ملک میں وہ عورت ہے۔ اس اولاد کے قانونی حقوق وہی ہوں گے جو شریعت میں صلبی اولاد کے لیے مقرر ہیں۔ صاحب اولاد ہو جانے کے بعد وہ عورت فروخت نہ کی جاسکے گی اور مالک کے مرتے ہی وہ آپ سے آپ آزاد ہو جائے گی۔

۵- حکومت کی طرف سے حقوق ملکیت کا باقاعدہ عطا کیا جانا، ویسا ہی ایک قانونی فعل ہے جیسا نکاح ایک قانونی فعل ہے۔ لہذا کوئی معقول وجہ نہیں کہ جو شخص نکاح میں کسی قسم کی کراہت محسوس نہیں کرتا وہ خواہ مخواہ لونڈی سے تمتع کرنے میں کراہت محسوس کرے۔

۶- جس طرح شریعت نے بیویوں کی تعداد پر چار کی پابندی لگائی ہے، اُس طرح لونڈیوں کی تعداد پر نہیں لگائی۔ لیکن اس معاملے میں کوئی حد مقرر نہ کرنے سے شریعت کا منشا یہ نہیں تھا کہ مال دار لوگ بے شمار لونڈیاں خرید کر جمع کر لیں اور اپنے گھر کو عیاشی کا گھر بنا لیں۔ بلکہ درحقیقت اس معاملہ میں عدم تعین کی وجہ جنگی حالات کا عدم تعین ہے۔“ (ایضاً، ص ۳۴۰-۳۴۱)

غیر منکوحہ عورت کے ساتھ بے تکلفی، گپ شپ، خلوت و جلوت میں ملاقاتیں جو شہوانی جذبات کو تحریک دینے والے اور آخر کار غلط کاری اور ناجائز تعلق پر منتج ہوں، اسلامی معاشرے کا چلن نہیں ہے۔ یہ حیا، دبی زبان سے بات نہ کرنے، تخلیہ میں غیر محرم کے ساتھ بات چیت نہ کرنے کی تلقین کرنے والا، عورتوں کے لباس اور اظہار زینت کے دائرے مقرر کرنے والا دین ہے۔ جس سے ایک پاکیزہ معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ نکاح ایک حفاظت یا حصار ہے، سرٹیفکیٹ نہیں ہے کہ ہر خاص و عام کے ساتھ بے تکلفانہ اور بے حجابانہ معاملے کی اجازت مل گئی۔ نکاح کرنے، مہر ادا کرنے اور بیویوں کو نکاح کے حصار میں محفوظ کرنے کی تلقین ہے۔ مرد اور عورت کو نکاح، آزاد

شہوت رانی اور گمراہی سے بچانے کے لیے ہے۔

کنیز/ لونڈی سے نکاح کرنے کی سہولت

اور جو شخص تم میں سے اتنی مقدرت (طاقت) نہ رکھتا ہو کہ خاندانی مسلمان عورتوں (مُحْصَنَات) سے نکاح کر سکے اسے چاہیے کہ تمھاری ان لونڈیوں میں سے کسی کے ساتھ نکاح کر لے جو تمھارے قبضہ میں ہوں اور مومنہ ہوں۔ اللہ تمھارے ایمانوں کا حال خوب جانتا ہے، تم سب ایک ہی گروہ کے لوگ ہو، لہذا ان کے سرپرستوں کی اجازت سے اُن کے ساتھ نکاح کر لو اور معروف طریقے سے ان کے مہر ادا کر دو، تاکہ وہ حصارِ نکاح میں محفوظ (مُحْصَنَات) ہو کر رہیں، آزاد شہوت رانی نہ کرتی پھریں اور نہ چوری چھپے آشنائیاں کریں۔ پھر جب وہ حصارِ نکاح میں محفوظ ہو جائیں اور اس کے بعد کسی بدچلنی کی مرتکب ہوں تو ان پر اُس سزا کی بہ نسبت آدھی سزا ہے جو خاندانی عورتوں (مُحْصَنَات) کے لیے مقرر ہے۔ یہ سہولت تم میں سے اُن لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے جن کو شادی نہ کرنے سے بندِ تقویٰ کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہو۔ لیکن اگر تم صبر کرو تو یہ تمھارے لیے بہتر ہے، اور اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ (النساء: ۲۵)

”سرسری نگاہ میں یہاں ایک پیچیدگی واقع ہوتی ہے جس سے خوارج اور اُن دوسرے لوگوں نے فائدہ اٹھایا ہے جو رجم کے منکر ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ”اگر آزاد شادی شدہ عورت کے لیے شریعتِ اسلام میں زنا کی سزا رجم ہے تو اس کی نصف سزا کیا ہو سکتی ہے جو لونڈی کو دی جائے؟ لہذا یہ آیت اس بات پر دلیل قاطع ہے کہ اسلام میں رجم کی سزا ہے ہی نہیں“۔ لیکن ان لوگوں نے قرآن کے الفاظ پر غور نہیں کیا۔ اس رکوع میں لفظِ مُحْصَنَات (مُحْصَنَات) دو مختلف معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ ایک ’شادی شدہ عورتیں‘ جن کو شوہر کی حفاظت حاصل ہو۔ دوسرے ’خاندانی عورتیں‘ جن کو خاندان کی حفاظت حاصل ہو، اگرچہ وہ شادی شدہ نہ ہوں۔ آیت زیر بحث میں ’مُحْصَنَات‘ کا لفظ لونڈی کے بالمقابل خاندانی عورتوں کے لیے دوسرے معنی میں استعمال ہوا ہے نہ کہ پہلے معنی میں، جیسا کہ آیت کے مضمون سے صاف ظاہر ہے۔ بخلاف اس کے لونڈیوں کے لیے مُحْصَنَات کا لفظ پہلے معنی میں استعمال ہوا ہے اور صاف الفاظ میں فرمایا ہے کہ جب انھیں نکاح کی حفاظت

حاصل ہو جائے (فِيَاذًا أُحْصِيْنَ) تب ان کے لیے زنا کے ارتکاب پر وہ سزا ہے جو مذکور ہوئی۔ اب اگر غائر نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ خاندانی عورت کو دو حفاظتیں حاصل ہوتی ہیں۔ ایک، خاندان کی حفاظت، جس کی بنا پر وہ شادی کے بغیر بھی 'محصنہ' ہوتی ہے۔ دوسری، شوہر کی حفاظت، جس کی وجہ سے اس کے لیے خاندان کی حفاظت پر ایک اور حفاظت کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ بخلاف اس کے لونڈی جب تک لونڈی ہے، 'محصنہ' نہیں ہے، کیونکہ اس کو کسی خاندان کی حفاظت حاصل نہیں ہے۔ البتہ نکاح ہونے پر اس کو صرف شوہر کی حفاظت حاصل ہوتی ہے اور وہ بھی ادھوری، کیونکہ شوہر کی حفاظت میں آنے کے بعد بھی نہ تو وہ ان لوگوں کی بندگی سے آزاد ہوتی ہے جن کی ملک میں وہ تھی، اور نہ اسے معاشرت میں وہ مرتبہ حاصل ہوتا ہے جو خاندانی عورت کو نصیب ہوا کرتا ہے۔ لہذا اسے جو سزا دی جائے گی، وہ غیر شادی شدہ خاندانی عورتوں کی سزا سے آدھی ہوگی، نہ کہ شادی شدہ خاندانی عورتوں کی سزا سے۔ نیز یہیں سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ سورہ نور کی دوسری آیت میں زنا کی جس سزا ذکر ہے، وہ صرف غیر شادی شدہ خاندانی عورتوں کے لیے ہے، جن کے مقابلے میں یہاں شادی شدہ لونڈی کی سزا نصف بیان کی گئی ہے۔" (ایضاً، ص ۳۴۲-۳۴۳)

جو لوگ شادی نہ کر سکنے کی وجہ سے صبر نہ کر سکتے ہوں، تقویٰ پر قائم نہ رہ سکتے ہوں ان کے لیے یہ سہولت دے دی گئی ہے۔ جو شخص اتنی طاقت نہ رکھتا ہو کہ خاندانی مسلمان عورت سے نکاح کرنے کے اخراجات اٹھاسکے وہ کسی کی لونڈی سے نکاح کر لے۔ (جاری)